قرآنی روش تعلیم و تعلم اور عہد حاضر میں اس کی تحدیات

The Qur'anic Method of Teaching and Learning and its Limitations in the Present Era

ڈاکٹر سجاد علی رئیسی* ڈاکٹر حاجی کرم خان** ڈاکٹر رخسانہ بلوچ***

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023

DOI: https://doi.org/ 10.37605/fahmiislam.v4i1.156

Received: February 9 ,2021
Accepted: February 22, 2021
Published: June 30,2021

Abstract

Islam has made it obligatory for every Muslim to acquire knowledge. This does not mean obtaining a certificate or a degree, but to consider the phenomena of nature intellectually and rationally. When is it possible to acquire knowledge by considering the phenomena of nature? What methods are useful for this? According to Quranic instructions it is necessary to adopt a systematic and scientific approach to acquire knowledge. Qur'an briefly describes different angles of acquiring knowledge. Narrative, interrogative, question, analytical, poetic, comparative and critical methods of teaching are briefly described in the Holy Quran. The Muslim Ummah has a firm belief that the Qur'an is a comprehensive book which mentions every dry and wet, but this does not mean that the Qur'an is a manual book. This means that the Qur'an contains symbols and hints about everything. The fact that everything is mentioned in the Qur'an means that the Qur'an only provides guidance, while its interpretation requires contemplation. The method of contemplation can also be called the method of teaching and learning because the purpose of both is to acquire knowledge. The Qur'an has also provided guidance towards the method of teaching and learning. In the context of this guidance, this article has been compiled to expose new aspects of teaching and learning.

Key Words: Hadith, Education, Reality, Perception, Interpretation.

* اسوسی ایٹ پروفیسر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، فیکلٹی آف سوشل سائنس، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور، پاکستان۔

E-mail: Sajjad.ali@salu.edu.pk

** اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشنل ڈیویلپمنٹ یونیورسٹی آف بلتستان سکردو، پاکستان۔

*** گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد۔

مقدمہ

قرآن وحدیث میں علم کا مفہوم کیا ہے؟ حصول علم خود مقصد ہے یا مقصد کے حصول کا ذریعہ؟ علم اور تعلیم میں کیا فرق ہے؟ قرآنی طرز تعلّم کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات کو اس مقالہ میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

علم عربی زبان کا لفظ ہے۔ فنی اعتبار سے علم کا مادہ "ع ل م" ہے۔ جس کے لغوی معنی "جاننے" کے ہیں۔ ماہر لغت لوئس معلوف نے علم کا مفہوم کو یوں بیان کیا ہے۔ "ادراک الشئی بحقیقتہ، الیقین والمعرفۃ"[1] کسی چیز کی حقیقت کو حاصل کرنا، اس چیز پر یقین کرنا، اس کی معرفت حاصل کرنا۔" علم ایک ایسا ذہنی قضیہ اور تصور ہے جو عالم خارج میں موجود کسی حقیقت کو جان لینے سے عبارت ہے۔ علم کا اطلاق ایسے قضیے پر ہوتا ہے جو محکوم اور محکوم بہ پر مشتمل ہو اور جس کے متوازی خارج میں ایسی ہی حقیقت موجود ہو جیسی قضیے میں بیان ہوئی ہو، لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر قضیہ علم نہیں ہو سکتا۔ وہی قضیہ علم کہلائے گا جو کلی اور وجوبی ہو اور موجود خارج کے حوالے سے صحت کا مصداق ہو۔ وجود خارجی کو ذہن انسانی میں منکشف ہونے کو علم کہا جاتا ہے۔ البتہ خارج میں اس کا حسی، مادی یا عقلی وجود کا ہونا لازم ہے۔ جب تک یہ وجود خارجی نہ رکھتا ہو اس کا انکشاف وادراک ممکن نہیں ہے۔ اس وجود خارجی کو حواس خمسہ کی استعداد کے ساتھ ذہن انسانی میں منکشف کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس انکشاف وادراک کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ انسان پہلے سے اس کے بارے میں نہ جانتا ہو۔ علم کے اس مفہوم کو سمجھنے کے لئے سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات کی تفہیم لازم ہے۔ کیونکہ یہ آیات تصور علم اور ادراک علم کے بارے میں واضح ہدایات فراہم کرتی ہیں۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ○﴾[2]

"(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھئے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو (رحم مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا۔ پڑھیئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا۔ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ یا- جس نے (سب سے بلند رتبہ) انسان (محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (بغیر ذریعۂ قلم کے) وہ سارا علم عطا فرما دیا جو وہ پہلے نہ جانتے تھے۔"[3]

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حصول علم سے قبل انسان کچھ نہیں جانتا تھا اسے علم عطا کیا گیا یعنی انسان جہل سے علم کی طرف سفر کرنے لگا۔ ذہن انسانی میں شعور و آگہی کے ان گنت چراغ روشن کئے۔ گویا تاریخ اسلام میں سب سے پہلا سکول غار حرا کی خلوتوں میں قائم ہوا۔ اس سکول کے واحد طالب علم ہونے کا شرف سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیب ہوا اور استاد و مربی خود خالق کائنات ٹھہرے۔ لہذا کسی بھی شئ اور نظریہ کی حقیقت کو تلاش کرنے کا نام علم ہے اور حقیقت کا ادراک بغیر غور و فکر اور تحقیق و تنقید کے مراحل سے گزرے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے علم وہی ہو گا جو غور و فکر اور تحقیق کے بعد انسان کو حاصل ہو جائے۔ پس علم حقیقت کا نام ہے اور حقیقت تک رسائی کیلئے وضاحتوں اور مدارج سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان مدارج اور وضاحتوں کو تعلیم کہا جاتا ہے۔ تعلیم و تعلّم ہی کے ذریعے حصول علم ممکن ہے اسی لئے اسلام میں جس طرح حصول علم فرض ہے اسی طرح علم کو معاشرہ کے افراد تک پہنچانا بھی فرض ہے۔ بعثت انبیاء کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا۔ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے جہاں علم سے نوازا وہی پر انہیں اس علم کو امت تک پہنچانے کی بھی ذمہ داری تفویض کی﴿ كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾۔[4] (یہ انعام ایسا ہی ہے) جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔"[5]

قرآن مجید کی متعدد ایسی آیات ہیں جن کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ کا وظیفہ صرف قرآن مجید کی آیات کو زبانی پڑھ کر امت کو سنا دینا نہیں تھا بلکہ اس پیغام کو وضاحت کے ساتھ امت تک پہنچانا بھی فرائض منصبی میں سے تھا۔ عرفی طور پر اسی وظیفہ کو تعلیم کہا جا سکتا ہے۔ قرآن تمام علوم کا منبع و ماخذ ہے تو پھر ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآنی روش تعلیم کو بھی سمجھنے کی بھی کوشش کی جائے۔ دقت کیا جائے تو قرآنی آیات کی تعلیم و تعلم کے متعدد روشوں کا ادراک ہوتا ہے۔

(1) بیانیہ طریقہ تدریس Explanation Teaching method

مورخین اور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی آیات رسول اللہ ﷺ کے پاس نازل ہوتی تو آپ ﷺ ان آیات کو اپنے ماننے والوں کے سامنے سنا دیتے تھے نیز ان آیات کی شرح بھی فرما دیتے تھے۔ جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں۔ ''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْہُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ ہٰذِہِ الْآيَۃُ،

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا اِيمَانَہُمْ بِظُلْمٍ ، شَقَّ ذَلِکَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ وَقَالُوا أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَہُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ لَيْسَ كَمَا تَظُنُّونَ اِنَّمَا ہُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِہِ، يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِکْ بِاللهِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيم ۔عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔" تو صحابہ کرام نے عرض کی ہم میں کون شخص ہے جس نے ظلم نہیں کیا۔ سرور کائنات ﷺ نے لفظ ظلم کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ظلم سے شرک مراد ہے۔اس کی تائید میں آپ ﷺ نے یہ آیت بھی تلاوت فرمائی:﴿يَابُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾۔[6]

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں کائنات کا ہر شئی کا ذکر ہے۔"وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ۔اور کوئی خشک وتر ایسا نہیں جس کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہو"[7] اس کا ہر گز مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر شئے کی تفصیل موجود ہے۔اکثر مقامات میں قرآن نے اجمالی طریقہ کو اختیار کیا ہے جس کی تفصیل اور تشریح حضرت محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود پیغمبر اکرم ﷺ کو یہ ذمہ داری دی تھی کہ قرآن مجید کے اجمالی موضوعات کو تفصیل سے بیان کر کے لوگوں تک پہنچایئے۔﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾[8] "ان پیغمبروں کو روشن دلائل اور آسمانی کتابیں دے کر بھیجا گیا تھا۔اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُن باتوں کی واضح تشریح کر دو جو اُن کیلئے اُتاری گئی ہیں، اور تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔"[9] لہذا یہ بات حتمی ہے کہ قرآن نے پیچیدہ اور اہم موضوعات کو قاری قرآن تک پہنچانے کے لئے بیانیہ طریقہ کو اختیار کرنے کا نہ صرف حکم دیا ہے بلکہ بعض مواقع پر اس طریقہ کو اختیار بھی کیا ہے۔

(2) استفہامیہ طریقہ تعلیم Question based Teaching Method

قرآن مجید نے مختلف موضوعات کو سمجھانے کے لئے استفہامیہ طرز کو بھی اختیار کیا ہے۔انتہائی پے چیدہ اور مشکل موضوعات کو سمجھانے کے لئے قرآن نے اس روش کو اختیار کیا ہے۔اس طریقہ میں پہلے سے موجود اور ناقابل انکار اشیاء کی طرف متوجہ کر کے ذہن انسانی کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔ تعلیم و تدریس میں یہ ایک ایسا طریقہ ہے جو تعلیم کے تمام مراحل میں قابل عمل ہے۔ رسمی و غیر رسمی دونوں طرز کی تعلیم و تعلم کے مراحل میں اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ویسے تو کہیں مواقع پر اس طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں سورہ الغاشیہ کی مثال سب سے اہم ہے۔اس سورہ میں توحید باری تعالیٰ کو سمجھانے کے لئے

اللہ تعالیٰ نے بہت دل جسپ انداز میں سمجھایا ہے۔ ﴿اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ﴾[10] "تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں اونٹوں کو کہ انہیں کیسے بنایا گیا ہے۔"[11]

(3) استدلالی طریقہ تعلیم Argument based Teaching Method

قرآن مجید کا طرز تعلّم بیانیہ کے ساتھ ساتھ استدلالی بھی ہے۔ غور و فکر، تحقیق و تفحص سے حقیقت کا ادراک کرنا قرآنی روش ہے۔ عقل کو اس طرز تعلم میں مرکزیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اس کی سب سے اہم مثال حضرت عیسیٰؑ کے حوالے سے دی جاسکتی ہے۔ جب بعض نصاریٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسی بنا باپ پیدا ہوئے جو اس بات کی دلیل بنتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ابن اللہ ہیں۔ تو قرآن نے اس نظریہ کے رد میں ایک بنیادی دلیل پیش کیا۔ ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ "بے شک عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک بالکل ایسی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔ جسے مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔" لہذا قرآن نے استلالی انداز میں حضرت عیسی کی بنا والد ولادت کی اصل حقیقت بیان کیا جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے اور اس دلیل کے بعد حضرت عیسی کا نظریہ ابن اللہ کی اہمیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس دلیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ حصول علم کا ایک اہم ذریعہ استدلال بھی ہے۔ قرآن مجید نے ایک بنیادی نظریہ کی تردید میں یہ استدلال پیش کیا ہے۔ لہذا قرآن کی اس روش کو سمجھنا بہت ضروری ہے تاکہ مذہب کے بنیادی نظریات کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم بھی نظام تعلیم کو قرآنی آیات کے تناظر میں اس طرح سے وضع کریں کہ طالب علم نصاب کا خوگر نہ بنے بلکہ غور و فکر کے ذریعے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو اُجاگر کر سکے۔ تحقیق و تفحص کے ساتھ ساتھ بیانیہ طرز تعلُّم کو نظام تعلیم کا حصہ بنانا چاہئے تاکہ تعلیم سے وابسطہ لوگوں کی تخلیقی ذہنیت سازی ہو سکے۔ امت مسلمہ جب تک تعلیمی اداروں (بالخصوص دینی مدارس) میں تحقیق اور تفحص کی روش کو اختیار نہیں کرتی ہے تب تک امت مسلمہ علم و حکمت کی گمشدہ راہ کو دوبارہ نہیں پا سکتی ہے۔ الہامی متون کے سواء تمام علوم متغیر اور متبدل ہوتے ہیں۔ ان علوم کی تغیر پذیری کے ساتھ اس کا ادراک کیا جائے تو وقت کے مطابق حقیقی علم کا حصول ممکن ہے اور اگر تمام علوم کو صرف نقلی اور روایتی انداز میں اس کی تفہیم حاصل کی جائے تو پھر علوم کی تغیر پذیری کا ادارک نہیں ہو گا جس سے اصل یا حقیقی علم انسانی دسترس میں نہیں ہو گا۔ امت مسلمہ کو سب سے زیادہ نقصان اسی وجہ سے پہنچا کہ انہوں نے نہ صرف تمام علمی اجتہادات کو تقدس کے لبادہ میں محصور کیا اور گزرتے وقت کے ساتھ ان اجتہادات پر نظر ثانی (وقت کے تقاضوں کے

مطابق اجتہاد) نہیں کی گئی بلکہ انہیں دین اور شریعت کا جزو غیر متغیر قرار دیا۔ نیز تمام اسلامی فرقوں نے مختلف اجتہادات کو فرقہ وارانہ رنگ میں رنگین کیا اور انہیں مسلکی موضوعات قرار دیا جس سے ان کی حساسیت میں اضافہ ہوا۔ امت مسلمہ نے اختیاری روش کے ساتھ علوم کے حصول کے بجائے نقلی اور روایتی حصول علم کی روش کو مطلقاً اختیار کیا جس سے تحقیق و تفحص کا فقدان اسلامی معاشرے میں عام ہوا۔

(4) تجزیاتی طریقہ تعلیم Analytical Teaching Method

علم اور تعلیم میں ایک باریک فرق ہے کہ انسان خود خالق کائنات سے متعلق جو معرفت حاصل کرتا ہے وہ علم ہے اور اس علم کو دوسرے انسان کی طرف منتقل کرتا ہے تو وہ تعلیم ہے۔ اس بات کی تقویت سورہ برائت کی اس آیت سے ملتی ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾۔[12]

ہر گروہ سے ایک ایک ٹولہ کوچ کیوں نہیں کرتا کہ دین کے بارے میں آگاہی حاصل کرے اور اپنی قوم کی طرف واپس آکر انہیں ڈرائے، شاید کہ قوم کے لوگ فرامان الٰہی کی مخالفت سے بچ جائیں۔"

اس آیت میں "لیتفھوا" حصول علم پر اور "لینذروا قومھم" تعلیم پر دلالت کرتے ہیں یعنی جس طرح حصول علم واجب ہے اسی طرح دوسروں کو تعلیم دینا بھی واجب ہے۔ لہٰذا اسلام کے ماخذ اور منابع (قرآن وحدیث) سے سطحی نتائج اخذ کرنا تعلیم نہیں، بلکہ عقلی بنیادوں پر ان منابع سے وقت کے تقاضوں کے مطابق نتائج اخذ کرنے کا نام تعلیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ " قرآن بار بار عقل کی بنیادوں میں غور و فکر کرنے کا دعوت دیتا ہے، تاکہ انسان حقیقتِ علم تک کماحقہ رسائی حاصل کر سکے۔"[13] لہذا غور و فکر، تحقیق و تنقید، تحلیل و تجزیہ کے مراحل سے گزرنے کے بعد جس حقیقت کو درک کیا جاتا ہے وہی علم ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی روش تبلیغ بھی یہی تھی۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾[14]

اے نبی، ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں آدمی ہی بھیجے ہیں جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ اہل ذکر سے پوچھو لو۔ اگر تم نہیں جانتے۔ دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ، یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر (تشریح و توضیح) بیان کر دیں۔ شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔"

اس آیت کریمہ میں تین باتیں ہمارے موضوع سے متعلق اہم ہیں۔ (اگر نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے رجوع کرو) اس سے طالب علم اور معلم کا رشتہ وجود میں آتا ہے۔ (لوگوں کیلئے بیان کریں) اس سے معلم کی ذمہ داری اور اور اس کا طرز تعلم کا تعین ہوتا ہے کہ ہر شئے و نظریہ کی وضاحت اور تشریح کے ساتھ طالب علم کو تعلیم دی تاکہ اس کی تفہیم اچھی طرح ہو سکے۔ آخری اہم بات یہ ہے کہ (غور و فکر کیا جائے۔) اس سے یہ بات اُجاگر ہوتی ہے کہ صرف استاد کا پڑھانا اور سمجھانا ہی کافی نہیں بلکہ اس پر غور و فکر، تحقیق و تنقید کی جائے۔ جب تک تجزیاتی مراحل سے نہ گزرا جائے، تب تک حصول علم ممکن نہیں ہے۔

(5) تنقیدی روش تعلیم Critical Teaching Method

یہ ایک مشکل ترین طریقہ تدریس ہے۔ البتہ حقیقی معنوں میں علم کا حصول اسی طریقے سے ہی ممکن ہے۔ قرآن نے اس طریقہ کو جابجا استعمال کیا ہے۔ مشرکین اور بد اعمال لوگوں کے بارے میں ان کی بداعمالیوں پر تنقید شد و مد کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں کفار و مشرکین کو غور و فکر نہ کرنے کی طرف ہی اشارہ ہوا ہے۔ ان کے حواس خمسہ کو مدرکہ حقیقہ کو طور پر نہ لانے پر تنقید کیا گیا ہے۔ "ان کی آنکھیں ہیں لیکن دیکھتے نہیں۔۔۔۔۔ الخ" علم کے مدارج میں تنقیدی شعور نہ ہو تو پھر اس علم میں کبھی بھی صحیح معنوں میں ارتقاء ممکن نہیں ہے۔ آج کے تعلیمی اداروں میں اسی بات کی کمی شدّت کے ساتھ محسوس کی جاتی ہے کہ جو تعلیم دی جاتی ہے اس پر تنقیدانہ جائزہ نہیں لیا جاتا بلکہ اس سے روک بھی دیا جاتا ہے۔ بالخصوص علم الکلام سے متعلق مباحث کو تقدس کے لبادہ میں ایسا مقید کیا جاتا ہے کہ کسی کی کیا مجال کہ اس پر تحقیق و تنقید کرے۔ مختلف مذاہب و مکاتب کے اکابرین کی جو علمی کاوشیں اور کارنامے ہیں وہ یقیناً قابل ستائش ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان پر بھی تحقیق و تنقید کی گنجائش ہے لیکن اس مرحلے میں بھی عقل پر تالے لگائے جاتے ہے کہ کوئی بھی محقق علماء کے علمی کارناموں پر تحقیق اور تنقید نہ کرے۔ یہی وہ اسباب ہیں جو امت مسلمہ کو نہ صرف ترقی کی راہ

پر گامزن ہونے سے روکتے ہیں بلکہ امت مسلمہ میں اختلاف اور افتراق کا سبب بھی بنتے ہیں۔ قرآن مجید لفظ 'علم '(اسم و فعل دونوں مفہوم میں) ۵۸ مرتبہ 'العلم' ۲۸ مرتبہ اور 'علماء' ۹ مرتبہ کل ۹۵ مرتبہ قرآن میں یہ لفظ مشتقات کے علاوہ استعمال ہوا ہے۔ مشتقات کے ساتھ سینکڑوں دفعہ قرآن میں لفظ علم آیا ہے۔ علم کے ساتھ عقل کا ذکر قرآن میں کثرت سے ہوا ہے۔ لفظ یعقلون ۲۲ مرتبہ اور لفظ تعقلون ۲۴ مرتبہ قرآن میں آیا ہے۔ نیز عقل کے متبادل الفاظ اولی الالباب ۴ مرتبہ، حکمت وحکمۃ ۲ مرتبہ، برہان ۳ مرتبہ اور فکر 1 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ عقل اور علم سے متعلق تمام مشتقات کا مشترکہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات اُجاگر ہو جاتی ہے کہ ان کو علم نہیں حاصل ہوتا، جو سنتے اور دیکھتے تو ہیں یعنی پڑھنا (Reading) لکھنا(Writing) جانتے ہیں لیکن غور نہیں کرتے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے ہیں۔ لہٰذا علم وہی ہوگا جو انسان عقل کی بنیاد پر غور وخوض، تدبر و تفکر کے بعد حاصل کرے۔

(6) تقابلی روش تعلیم Comparative Teaching Method

طریقہ تعلیم و تعلم میں یہ طریقہ بہت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ ماہرین تعلیم نے اس طریقہ کو بیانیہ طریقہ کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ معاشرتی عادات، مطالعات، ادارہ جات اور مظاہر قدرت کا مشاہدات سے علم اخذ کرنے کے لئے یہ طریقہ بہت کارآمد ہوتا ہے۔ اس طریقہ تعلیم میں تعلیمی دورے، سروے وغیرہ کئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک نہیں بلکہ متعدد آیات میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔ اسلام نے سیر وسیاحت کو معرفت الہیٰ کے حصول کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾[15]

"یقیناً اللہ کی زمین میں سیر کریں اور مظاہر قدرت کا مظاہرہ کریں اور پھر مقایسہ کیا جائے کہ کس طرح کی اللہ تعالیٰ کی نعمات سے فائدہ اٹھانے کے باوجود باری تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا جاتا ہے"۔

یوں تقابلی تعلیم و تعلم سے ہم اقوام عالم کے موجودہ معلومات کوائف، رجحانات اور ان کے رویوں سے آگاہ ہوسکتے ہیں۔ یہ طریقہ تدریس بنیادی طور پر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مفید ہے کیونکہ اس میں دو نظریات یا اشیاء کا تقابل اس کی خصوصیات کے ساتھ کرنا ہوتا ہے۔ اس میں ان دونوں کا پس منظر سے کماحقہ واقفیت لازم ہوتی ہے جو کہ مبتدئین کے طلباء کے لئے کافی ثقیل مرحلہ ہوگا۔

(7) عملی مظاہرے کا تدریسی طریقہ Practical Demonstration Teaching Method

قرآن مجید نے اس طریقہ کو سب سے نمایاں طریقے سے بیان کیا ہے۔ اس طریقے کے مطابق استاد کو عملی مظاہرے سے طالب علموں کو سمجھنا ہوتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ بھی اپنے ساتھیوں کو کچھ سیکھانے سے قبل پہلے خود اس پر عمل کرتے تھے اور آپ کے ساتھی آپ کے عمل کو اپنے لئے نمونہ عمل بناتے تھے۔ قرآن مجید نے دین اسلام کی تبلیغ وترویج پر اسی طریقے کو بنیادی مقام دیا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾[16]

جب نماز کا حکم آیا تو رسول اکرم ﷺ نے پہلے خود نماز ادا کی اور پھر اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ صَلُّوْ كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ۔ نماز اس طرح سے ادا کرو جس انداز میں مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے بہتر اور اچھا طریقہ یہ ہے کہ عملی مظاہرے سے تعلیم دینا سب سے موثر طریقہ ہے۔

اس کے علاوہ چند اور طریقے ہیں جس کی طرف قرآن مجید میں اشارے موجود ہیں۔ قرآنی روش تعلیم میں عمومی طور پر قرآن ایک اجمالی نظریہ دیتا ہے جس کی تفہیم میں سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی اس انداز کو بھی وقتاً فوقتاً اختیار کیا تھا۔ جس سے اصحاب رسول کو سیکھنے کے دلچسپی بڑھتی تھی۔

"عن انس بن مالك ، قال: مر بجنازة فاثني عليها خيرا، فقال نبي الله صلى الله عليه وسلم " وجبت وجبت وجبت "، ومر بجنازة فاثني عليها شرا، فقال نبي الله صلى الله عليه وسلم: " وجبت وجبت وجبت "، قال عمر: فدى لك ابي وامي، مر بجنازة فاثني عليها خير، فقلت وجبت وجبت وجبت، ومر بجنازة فاثني عليها شر، فقلت: وجبت وجبت وجبت، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من اثنيتم عليه خيرا وجبت له الجنة، ومن اثنيتم عليه شرا وجبت له النار، انتم شهداء الله في الارض، انتم شهداء الله في الارض، انتم شهداء الله في الارض[17]"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک جنازہ گزرا اور لوگوں نے اسے اچھا کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "واجب ہو گئی۔" تین بار فرمایا: دوسرا جنازہ گزرا لوگوں نے اسے کہا برا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "واجب ہو گئی۔" تین بار فرمایا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں ایک جنازہ گزرا اور لوگوں نے اسے اچھا کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ واجب ہو گئی اور دوسرا گزرا لوگوں نے اسے برا کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ واجب ہو گئی) اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا چیز واجب ہو گئی (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس کو تم نے اچھا کہا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی اور جس کو برا کہا اس پر دوزخ واجب ہو گئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔"

خلاصہ کلام

دور جدید میں تعلیم و تعلم کے جتنے بھی کارآمد تدریسی طریقے رائج العمل ہیں ان طریقوں کا بنیادی مقصد علم کو دوسروں تک پہنچانے میں آسانی پیدا کرنا ہے۔ قرآن مجید نے تدریس و تعلیم کے مختلف طریقوں کی طرف راہنمائی فراہم کی ہے۔ قرآن نے انسانی ذہین کے مطابق ان مندرجات کو پہنچانے کے لئے مختلف طریقوں کو اختیار کیا ہے تا کہ ہر ذہنی سطح کا انسان اس کو سمجھ سکے۔ یقیناً تفہیم قرآن کی روش میں ایک پنہاں رمز موجود ہے جیسے جیسے انسانی ذہن آگے بڑھتا جائے گا ویسے ویسے قرآن کی تفہیم میں وسعت پیدا ہوتی جائیں گی یوں ہر زمانے کے لوگ قرآن سے ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔

حوالہ جات

[1] لویس معلوف، المنجد، للمطبعۃ الکاثولیکیۃ۔ بیروت، ص155

1. Louis Ma'louf, Al-Munjid, lilmatbahtul, Catholic Press, Beirut Page 155

[2] القرآن: 96/1-5

2. Al-Quran, 96/1-5

[3] القادر، محمد طاہر، عرفان القرآن، منہاج القرآن، 365 ایم ماڈل ٹاؤن، لاہور، 20 جولائی 2005۔

3. Al-Qadir, Muhammad Tahir, Irfan-ul-Quran, Minhaj-ul-Quran, 365 M Model Town, Lahore, 20th July 2005.

[4] القرآن: 2/151

4. Al-Quran, 2/151

[5] /https://shamilaurdu.com/quran/tarjumah-bhutvi/tafseer-tayseer-ur-rehman/159 26/06/2021

5. https://shamilaurdu.com/quran/tarjumah-bhutvi/tafseer-tayseer-ur-rehman/159/

[6] محمد بن اسماعیل البخاری، ابوعبد اللہ، الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ (صحیح البخاری)، مصدر الکتاب: موقع الاسلام۔ www/al=islam.com ، الکتاب مشکول ومرقم آلیا غیر موافق للمطبوع وہو متن مرتبط بشرحہ، بحوالہ المکتبۃالشاملہ CD جزء۲۱، ص260

6. Muhammad ibn Isma'il al-Bukhari, , Abu Abdul Abdullah, Aljame Alsaheh Almasnud min Hadith Rasullah (S.A) w sunani wa ayamihi, Masdar alkitab, moqe islam, alkitab mashkool w marqam Aaliya ghar mawafiq lilmvboah wah howa mathan bishrahli, bahawali almaktabatul alxhamila, V,21, Page 260

[7] القرآن:6/59

7. Al-Quran, 6/59

[8] القرآن:16/44

8. Al-Quran, 16/44

[9] (21-12-2019)https://alquranalmajeed.com/16-al-nahl/16-44

9. (21-12-2019) https://alquranalmajeed.com/16-al-nahl/16-44

[10] القرآن،17/88

10. Al-Quran, 17/88

[11] (21-12-2019)https://alquranalmajeed.com/88-al-ghashiyah/88-17

11. (21-12-2019) https://alquranalmajeed.com/88-al-ghashiyah/88-17

[12] القرآن:9/122

12. Al-Quran, 122/09

[13] اقبال، محمد علامہ، اسلامی فکر کی نئ تشکیل، ص۱۹، مترجم شہزاد احمد، مکتبہ خلیل، لاہور

13. Iqbal, Mohammd, Allamah, Islami fikir ki naei tashkil, Page 19, Mutarjum Shehzad Ahmed, Maktaba Khalil, Lahore

[14] القرآن:16/44

14. Al-Quran, 16/44

[15] القرآن:6/11

15. Al-Quran, 6/11

[16] القرآن:61/2

16. Al-Quran, 02/61

[17] مسلم بن حجاج،صحیح مسلم ،الجنائز، باب فیمن یثنی علیہ خیرا او شرا من الموتی، احساء اسلامک سنٹر، سعودی عرب، الرقم:2200

17. Muslim Ibn Hajjaj, Sahih Muslim, Al-Janez, bab fiman yusnah alihi Khairan wa Sharan Min Al-Moti, Ehsa Islamic Center, Arabia Saudită,, Al-Raqam: 2200